© rasailojaraid.com

فقر و فاقہ اور اُس کا اسلامی حل

یوسف قرضاوی

تلخیص و ترجمہ :- عبد الحمید صدیقی

(۲)

جبریت کا نقطۂ نظر اور اسلام فقر و فاقہ کے متعلق جبریت کے نقطۂ نظر کی طرح اسلام رہبانیت کے نقطۂ نظر کی بھی تردید کرتا ہے۔ جبریوں کے خیال کے مطابق دولتمند چونکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی سے دولتمند ہے اور فقیر بھی اُس کی مشیت سے فقر و عُسرت کی زندگی بسر کر رہا ہے، لہٰذا ہر شخص کو راضی برضا رہنا چاہیے اور اپنی حالت کو بدلنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔

جبریہ کا یہ نقطۂ نظر اصلاحِ احوال کی ہر کوشش کی راہ میں سنگِ گراں کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر اس کو اپنا لیا جائے تو معاشرے سے ظلم و جور کا خاتمہ کر کے وہ مطلوبہ اجتماعی انصاف حاصل نہیں ہو سکتا جو انسانی زندگی کے تحفظ و بقا کے لیے ضروری ہے۔ دولتمند طبقہ اس نظریے کو اپنے خُبثِ باطن کے سبب رواج دیتا ہے، فقیر و تنگدست محض جہالت اور دھوکے سے اسے قبول کرتا ہے اور بعض متدیّن لوگ غفلت یا منافقت کے سبب اس نقطۂ نظر کی رَو میں بہ رہے ہیں۔

نزولِ قرآن کے وقت یہ نظریہ اُس وقت کے معاشرے میں موجود تھا اور قرآن مجید نے اس کو صریح گمراہی سے تعبیر کیا۔ فرمانِ الٰہی ہے:

وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ قَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰہُ اَطْعَمَہٗٓ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ

اور جب کہا جاتا ہے ان سے کہ خرچ کرو اُس میں سے جو رزق دیا اللہ نے تم کو۔ تو کہتے ہیں کافر لوگ اُن سے جو ایمان لاتے ہیں کیا ہم کھلائیں اس کو کہ اگر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ (سورۃ یٰسٓ: ۴۷) اللہ چاہتا تو کھلا سکتا تھا اُس کو۔ تم تو صریح گمراہی میں ہو۔

واقعی اس سے بڑھ کر صریح گمراہی اور کیا ہو گی کہ خود غرض لوگ مشیتِ الٰہی کو اپنی اندھی خواہشاتِ نفسانی کے لیے بہانا بنانا چاہیں۔ اُن کی رائے میں اگر اللہ تعالیٰ کسی نادار اور محتاج کو کھلانا چاہے تو اس کے لیے آسمان سے روٹی اور سالن یا گھی اور شہد اُتارے۔ اگر وہ عقل و انصاف سے کام لیتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے رزق دیتا ہے اور اگر ایک صاحبِ حیثیت آدمی کسی محتاج و بیکس کی ضرورت پوری کرتا ہے تو وہ درحقیقت مشیتِ الٰہی ہی سے ایسا کرتا ہے۔

اسلام اس حقیقت کی طرف ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ ہر پیچیدہ سے پیچیدہ مسئلے کا اس کائنات میں ایک حل موجود ہے۔ جس ذاتِ یکتا نے بیماری کو پیدا کیا ہے اُسی نے دوا بھی پیدا فرمائی ہے۔ جس نے مرض کو پیدا کیا ہے اُسی نے علاج بھی پیدا کیا ہے۔ مرض بھی اللہ ہی کی تقدیر سے ہے اور علاج بھی۔ اور ایک سچا مومن تقدیرِ الٰہی کی مدد ہی سے تقدیرِ الٰہی کو ٹالتا ہے جیسے بھوک کو غذا سے اور پیاس کو پانی وغیرہ سے دُور کرتا ہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ وبا سے بچنے کے لیے اپنے ساتھیوں کو لے کر شام سے واپس آئے تو اُن سے کہا گیا "اے امیر المومنین! کیا تقدیرِ الٰہی سے بھاگتے ہیں؟" آپ نے فرمایا "ہاں، ہم تقدیرِ الٰہی سے تقدیرِ الٰہی کی طرف بھاگتے ہیں"۔ اس واقعہ سے بھی پہلے ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم سے دواؤں اور تعویذوں کے متعلق پوچھا گیا کہ کیا ان میں سے کوئی تقدیرِ الٰہی کو کچھ بھی ٹال سکتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا "یہ بھی تو تقدیرِ الٰہی سے ہیں"۔ پس جب فقر و فاقہ ایک بیماری ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی دوا بھی پیدا فرمائی ہے۔ فقر و فاقہ اگر تقدیرِ الٰہی سے ہے تو اس کا مقابلہ کرنا اور اس سے چھٹکارا پانا بھی تقدیرِ الٰہی سے ہی ہے۔

قناعت کی حقیقت جہاں تک اُن احادیث کا تعلق ہے جن میں قناعت اور راضی برضا رہنے کی ترغیب ہے ان کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تنگدست و محتاج لوگ ذلت و ناداری کی زندگی پر راضی ہو جائیں نہ ان کا مطلب یہ ہے کہ وہ حلال دولت، خوشحالی اور آرام دہ زندگی کے حصول کی کوشش بالکل چھوڑ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دیں اور نہ ان کا مطلب یہ ہے کہ دولتمندوں کو اپنے عیش و تنعم میں پڑا رہنے دیا جائے کہ دولت کا بے جا استعمال کر کے خوب دادِ عیش دیں۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے تقویٰ کے ساتھ ساتھ خوشحالی بھی مانگا کرتے تھے۔ آپ نے اپنے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے یوں دعا کی تھی: اَللّٰھُمَّ اَکْثِرْ مَالَہٗ (اے اللہ! اس کو مالِ فراواں دے!)۔ اور اپنے ساتھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا تھا: "ما نفعنی مالٌ کمالِ ابی بکر (مجھے ابوبکرؓ کے مال کی طرح کسی کے مال نے فائدہ نہیں پہنچایا)۔ آنحضور صلعم کے ان ارشادات کے پیشِ نظر پھر قناعت کے کیا معنی ہو سکتے ہیں؟

ہمارے خیال میں قناعت سے مراد مندرجہ ذیل دو باتیں ہیں:

(۱) انسان طبعاً لالچی اور دنیا کا حریص ہے۔ وہ دنیاوی مال و متاع سے کبھی سیر نہیں ہوتا۔ حدیثِ نبویؐ میں انسان کی اس کیفیت کو یوں بیان فرمایا گیا ہے: "اگر ابنِ آدم کو سونے کی دو وادیاں مل جائیں تو وہ تیسری کی خواہش کرے گا۔ اور اگر تیسری بھی مل جائے تو وہ ایک چوتھی کی خواہش کرے گا۔ ابنِ آدم کا پیٹ تو صرف مٹی ہی بھر سکتی ہے" (یعنی زیرِ خاک جانے کے بعد ہی حرص و آز کا یہ سلسلہ ختم ہو سکتا ہے)۔ دین کا کام یہ ہے کہ وہ انسان کی طلبِ دولت میں اعتدال پیدا کرے اور طلبِ رزق میں حلال ذرائع اختیار کرنے کی طرف رہنمائی کرے۔ دین ہی انسان کی زندگی میں ایک توازن پیدا کرتا ہے اور اس کو سکون و اطمینان سے ہم کنار کرتا ہے۔ وہ اس کو افراط و تفریط سے محفوظ رکھتا ہے جو انسانی روح اور بدن دونوں کو کمزور کر دیتے ہیں۔ اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "جبریل امین علیہ السلام نے میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ کوئی شخص اس وقت تک ہرگز نہیں مر سکتا جب تک کہ اس کا دانہ پانی پورا نہ ہو جائے۔ لہٰذا خدا تعالیٰ سے ڈرو اور طلبِ رزق میں حلال ذرائع اختیار کرو۔"

اگر انسان کو حرص و آز کے میلانات کا تابع بن کر رہنے کے لیے آزاد چھوڑ دیا جائے تو وہ نہ صرف اپنے لیے بلکہ سارے معاشرے کے لیے ایک مستقل خطرہ بن جاتا ہے۔ لہٰذا ناگزیر ہے کہ اس کے میلانِ طبع کو بلند ترین اقدار، ابدی حقیقتوں اور دائمی رزق کی طرف موڑ دیا جائے۔ یہ کام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صرف دین ہی کر سکتا ہے۔ فرمانِ خداوندی ہے:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۔ (سورۂ طٰہٰ: ۱۳۱)

اور نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھو دنیاوی زندگی کی اُس شان و شوکت کی طرف جو ہم نے ان میں سے مختلف لوگوں کو دے رکھی ہے۔ وہ تو ہم نے انہیں آزمائش میں ڈالنے کے لیے دی ہے اور تیرے رب کا دیا ہُوا رزقِ حلال ہی بہتر اور پائندہ تر ہے۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ۗ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَآبِ ۔ قُلْ أَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِنْ ذَٰلِكُمْ ۚ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ۔ (آلِ عمران: ۱۴، ۱۵)

لوگوں کے لیے مرغوباتِ نفس، عورتیں، اولاد، سونے، چاندی کے ڈھیر، چیدہ گھوڑے، مویشی اور زرعی زمینیں، بڑی خوش آئند بنا دی گئی ہیں مگر یہ سب دنیا کی چند روزہ زندگی کے سامان ہیں۔ حقیقت میں جو بہتر ٹھکانا ہے وہ تو اللہ کے پاس ہے۔ کہو: میں تمہیں بتاؤں کہ ان سے زیادہ اچھی چیز کیا ہے؟ جو لوگ تقویٰ کی روش اختیار کریں اُن کے لیے اُن کے رب کے پاس باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ وہاں انہیں ہمیشگی کی زندگی حاصل ہوگی۔ پاکیزہ بیویاں ان کی رفیق ہوں گی اور اللہ کی رضا سے وہ سرفراز ہوں گے۔ اور اللہ بندوں کے حال پر نگاہ رکھتا ہے۔

ایمان کا یہ کام ہے کہ وہ دلوں کو مذہب کی ابدی اقدار، باقی رہنے والے دارِ آخرت اور اللہ حیّ و قیوم کی طرف متوجہ کر دے اور مومن کو یہ تعلیم دے کہ تونگری کثرتِ مال و متاع میں نہیں بلکہ دل کی دولت میں ہے۔ جیسا کہ حدیثِ نبویؐ میں وارد ہے۔ لَيْسَ الْغِنَىٰ عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ، إِنَّمَا الْغِنَىٰ غِنَى النَّفْسِ، یعنی تونگری بدل است نہ بمال۔

قناعت اور مال و دولت کی تقسیمِ الٰہی پر راضی رہنے سے مُراد یہ ہے کہ لوگوں کا رزق میں ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوسرے پر تفوّق صلاحیتوں اور قابلیتوں میں تفوّق و برتری کے مانند ہے اور یہ بات اس دنیاوی زندگی کے مزاج و فطرت اور اس میں انسان کے اعمال و فرائض کا تقاضا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو ارادہ و اختیار کی قوت دے کر اُسے ابتلاء و امتحان میں ڈالا ہے اس کا بھی یہ تقاضا ہے کہ انسانوں میں فرقِ مراتب ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ (النحل ۷۱)

اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت عطا کی ہے۔

اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا (بنی اسرائیل ۳۰)

تیرا رب جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے وہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر ہے اور انہیں دیکھ رہا ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ۔ (الانعام: ۱۶۵)

وہی ہے جس نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض کے مقابلے میں زیادہ بلند درجے دیئے۔ تاکہ جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے۔

جس طرح انسانوں میں بعض پست قد ہیں اور بعض دراز قد، بعض بدصورت ہیں اور بعض خوب صورت، بعض کند ذہن ہیں اور بعض زیرک اور بعض کمزور ہیں اور بعض طاقتور، اسی طرح بعض تنگ دست ہیں اور بعض کشادہ رزق۔ یہ زندگی کے مزاج و فطرت کے مطابق ہے اور یہ سُنت اللہ ہے جسے کمیونسٹ بالکل نہیں بدل سکے باوجود اس کے کہ وہ انسانوں کے درمیان معاشی و اقتصادی اُونچ نیچ کو ختم کر کے مساوات قائم کر دینے کے بارے میں بڑے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں۔

اسلام کی تعلیم قناعت کا مقصود اسلام کا مقصد مسلمان کو حقیقت پسند بنانا ہے کہ وہ زندگی کو وہی سمجھے جو وہ ہے اور کسی جھوٹے وہم میں پڑ کر اپنی زندگی کو غم و اندوہ اور مصائب و آلام میں مبتلا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہ کرے ۔ نیز اسلام چاہتا ہے کہ مسلمان دوسرے کے مال و دولت کی طرف کسی ایسے حاسد کی نگاہ سے نہ دیکھے جس کے دل کو حسد کی آگ کھا رہی ہو جس کا سینہ عداوت و نفرت کے جذبات سے اُبلا پڑ رہا ہو اور جس کے دل میں حرص و آز موجزن ہو۔ کیونکہ دوسرے کے مال و متاع کی طرف یوں دیکھنا شقاوت و بدبختی کو دعوت دینا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ انسان پہلے اُن بہت سی نعمتوں پر نگاہ ڈالے جن سے اُسے سرفراز کیا گیا ہے، پھر اپنے سے کم تر انسان کی طرف دیکھے جو ان نعمتوں سے محروم ہے، تاکہ اُسے خوشی و مسرت کے ساتھ ساتھ اطمینانِ قلب بھی نصیب ہو۔

"قناعت کا مطلب یہ ہے کہ انسان اللہ کے عطا کردہ رزق پر راضی ہو جائے۔ اور جو اُسے میسر نہیں آسکتا اُس کی خواہش نہ کرے اور نہ اس چیز پر نگاہ رکھے جو دوسروں کو عطا کی گئی ہے۔ میسر نہ آسکنے والی شے کی خواہش کرنا بالکل ایسا ہے جیسے کوئی پیر فرتوت جوانی کی خواہش کرے یا کوئی بدصورت عورت کسی خوبصورت عورت کو حسد کی نگاہ سے دیکھے یا کوئی ٹھنگنا کسی لمبے قد کے آدمی کو حسرت و حسد سے دیکھے یا کوئی بے آب و گیاہ قطعۂ ارضی پر رہنے والا بدو خوشحالی اور ناز و تنعّم کی زندگی بسر کرنے کی خواہش رکھے وغیرہ۔ عہدِ نبوی میں بعض عورتوں نے یہ خواہش کی تھی کہ اُن کے بھی وہی حقوق ہونے چاہئیں جو مردوں کے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے مندرجۂ ذیل آیت نازل فرمائی تھی۔

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۚ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ۚ وَلِلنِّسَاۗءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ۚ وَاسْـَٔـلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ۔ (سورۃ النساء: ۳۲)

اور جو کچھ اللہ نے تم میں سے کسی کو دوسروں کے مقابلے میں زیادہ دیا ہے اس کی تمنا نہ کرو جو کچھ مردوں نے کمایا ہے اس کے مطابق اُن کا حصہ ہے۔ اور جو کچھ عورتوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا حصہ۔ ہاں اللہ سے اس کے فضل کی دعا مانگتے رہو۔

عسرت و تنگ دستی کی حالت میں جس سے افراد دوچار ہو جاتے ہیں اور جنگ اور قحط کے پیدا کردہ ہنگامی بحرانوں میں جن سے قومیں دوچار ہوتی ہیں اور اُن ممالک اور ریاستوں میں جہاں لوگوں کی فلاح و

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بہبود کے لیے قدرتی وسائل کی کمی ہوتی ہے اور لوگ اپنے رزق کو بڑھانے کا کوئی ذریعہ نہیں پاتے، قناعت ہی ایک مؤثر دوا اور شفابخش مرہم ثابت ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ناممکن الحصول چیز کی تمنا اور بے ثمر حرص و آز الٹا انسانی طبیعت کو غم و الم کی آماجگاہ بنا دیتی ہے۔ ایسے لالچی اور حریص لوگوں کو یہ جاننے اور اس پر یقین کرنے کی ضرورت ہے کہ خوش حالی دنیاوی ساز و سامان کی زیادتی میں نہیں بلکہ یہ نفسِ انسانی کے اندر ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ "دنیاوی مال و دولت اور ساز و سامان کی خدائی تقسیم پر راضی ہو جاؤ تم غنی ترین انسان بن جاؤ گے"۔ ایک دوسری حدیث میں ارشادِ نبویؐ ہے "جو مسلمان ہو گیا اور اس کے پاس گزارے کے لیے روزی ہے اور وہ اس پر راضی ہو گیا (یا قانع ہو گیا) تو وہ یقیناً فلاح پا گیا"۔ مَا قَلَّ وَكَفٰى خَيْرٌ مِّمَّا كَثُرَ وَاَلْهٰى (حسبِ ضرورت تھوڑی چیز اس زیادہ سے بہتر ہے جو بہت ہو مگر آدمی کو غفلت میں مبتلا کر دے)۔

فرمانِ خداوندی ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً۔

جو شخص بھی نیک عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ ہو وہ مومن، اُسے ہم دنیا میں پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس آیت میں پاکیزہ زندگی کو قناعت کی زندگی سے تعبیر کیا ہے۔

انفرادی احسان کا نظریہ اور اسلام اسلام اگرچہ اہلِ ثروت کو صدقہ و خیرات کی دعوت دینے، کمزوروں کی غم گساری پر اُبھارنے اور فقر و فاقہ میں مبتلا افرادِ معاشرہ کی طرف دستِ اعانت بڑھانے کی ترغیب دینے میں بظاہر تیسرے گروہ یعنی انفرادی احسان کے حامیوں کا ہم نوا نظر آتا ہے، مگر وہ اس بات کا ہرگز قائل نہیں ہے کہ محض انفرادی صدقہ و احسان پر انحصار کر کے معاشرے کے تنگ دست اور نادار افراد کو اہلِ ثروت کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے۔ خاص طور پر انفرادی احسان ایسے حالات میں تو بالکل ہی ناقابلِ اعتماد ہو جاتا ہے جبکہ دل سخت اور ایمان کمزور ہو گئے ہوں اور ذہن و ضمیر پر حرص و آز اور انانیت کا غلبہ ہو، اور مال کی محبت اہلِ مال کے نزدیک اللہ اور اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے بھی بڑھ گئی ہو۔ دورِ جاہلیت کا معاشرہ کچھ اسی قسم کا ہو چکا تھا جسے قرآن مجید نے یوں مخاطب فرمایا ہے:

كَلَّا بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا۔ (الفجر ۱۷-۲۰)

ہرگز نہیں بلکہ تم عزت نہیں کرتے یتیم کی اور ترغیب نہیں دیتے مسکین کو کھانا کھلانے کی، اور میت کا ترکہ سب سمیٹ کر کھا جاتے ہو اور مال سے بہت زیادہ محبت کرتے ہو۔

ڈاکٹر ابراہیم لبان نے محتاجوں اور ناداروں کے حقوق پر بحث کرتے ہوئے انفرادی احسان کا یوں تجزیہ کیا ہے:

"انفرادی احسان کا یہ تصور وہ قدیم ترین ذریعہ ہے جسے سارے آسمانی مذاہب سوسائٹی میں فقر و فاقہ کے مسئلے کو حل کرنے کے لیے استعمال کرتے رہے ہیں اور انسانیت تنگ دستی و عسرت کا مقابلہ کرنے اور فقرا و مساکین کی امداد کرنے کے لیے جس پر ایک لمبے عرصہ تک انحصار رکھتی رہی ہے۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ یہ انفرادی احسان باوجود اپنی ہزار خوبیوں کے فقر و فاقہ کی مکمل طور پر بیخ کنی نہیں کر سکا اور ناداروں اور محتاجوں کی زندگی کو اس حد تک بلند نہیں کر سکا کہ اُسے ایک باعزت انسانی زندگی کہا جا سکے۔ اندریں حالات یہ ضروری ہے کہ ہم انفرادی احسان کے اس تصور کی حقیقت معلوم کریں اور اس کے خصائص سے آگاہی حاصل کریں اور اس کے نقائص کی نشاندہی کریں تاکہ ہمارے لیے اُن اسباب کو گننا آسان ہو جائے جو معاشرے کو فقر و فاقہ کی بُرائیوں سے پاک کرنے میں اس تصور کی ناکامی کے باعث ہوئے ہیں۔

زندگی میں واجب امور کی عام طور پر دو قسمیں سمجھی جاتی ہیں۔ ایک فرض، دوسری حق خرید و فروخت کے معاملہ میں کسی فروخت کردہ یا خرید کردہ شے کی قیمت خریدنے والے پر فرض ہوتی ہے جس کی ادائیگی ضروری ہے مگر وہی قیمت بیچنے والے کا حق ہوتی ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جس کا وہ مطالبہ کر سکتا ہے اور مندرجۂ ذیل دو عوامل اس کے اس حق کی تقویت کا باعث ہوتے ہیں۔

ایک یہ کہ اس حق کے پیچھے ایک مطالبہ کرنے والا موجود ہوتا ہے جو اس کو طلب کر سکتا ہے اور اُسے ضائع ہونے یا نظر انداز کر دیئے جانے سے محفوظ رکھتا ہے۔

دوسرے یہ کہ حکومتِ وقت خود اپنی ذمّہ داری سمجھتی ہے کہ حقدار کو اس کا حق پہنچائے۔

ہم پورے وثوق سے یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ باہمی لین دین کے معاملے میں کامیابی کا ضامن ادائیگی قرض کے تصوّر کے ساتھ حق کو حقدار تک پہنچانے کا تصور بھی ہے۔ معاشی لین دین کے معاملے میں صرف قرض کی ادائیگی کا تصوّر کبھی کامیابی کا ضامن نہیں ہو سکتا۔

واجب امور کی مذکورۂ بالا بحث کو سمجھے بغیر انفرادی احسان کے تصوّر کو سمجھنا مشکل ہے۔ انفرادی احسان کو اکثر لوگ دینے والے کا فرض تو سمجھتے ہیں مگر لینے والے کا حق نہیں سمجھتے۔ اسی لیے جس زمانے میں انفرادی احسان کا تصوّر رائج تھا، محتاج و تنگدست اس شعور سے بالکل عاری تھا کہ مالدار پر اس کا کوئی حق ہے جس کا وہ مطالبہ کر سکتا ہے۔ چنانچہ بہت سے مالدار لوگ اس کو بالکل نظر انداز کر دیتے تھے، بغیر اس کے کہ فقراء و مساکین اپنے حق کا مطالبہ کریں یا حکومت وقت اُن کے اس حق کو حاصل کر کے اُن تک پہنچائے۔"

ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مذکورۂ بالا بحث میں اس بات کا اضافہ کر دیا جائے کہ انفرادی احسان میں وہ ضروری شرائط موجود نہیں ہیں جو حکومتِ وقت کی اِس معاملے میں دخل اندازی کے لیے درکار ہوتی ہیں۔ حکومت واضح شرائط کے تحت ایک مقرّرہ رقم بطور ٹیکس وصول کر سکتی ہے مگر وہ انفرادی احسان وصول نہیں کر سکتی۔ اس لیے کہ اس میں کوئی مقرّرہ مقدار نہیں ہوتی اور نہ اس بات کی کوئی وضاحت ہوتی ہے کہ کس پر انفرادی احسان واجب ہے اور کب واجب ہے؟ یوں انفرادی احسان کی حیثیت محض ایک ایسے فرض کی رہ گئی جو اتنی قوت نہیں رکھتا تھا کہ غریبوں اور محتاجوں کا حق کہلا سکے۔ کیونکہ نہ اُس کی کوئی مقدار تھی اور نہ حکومتِ وقت اُسے جمع کر کے مستحقین میں تقسیم کرنے کا اختیار رکھتی تھی۔ دولتمند طبقہ بجائے خود اگر اپنی ذمّہ داری سمجھ کر غرباء و مساکین کی مدد کر دے تو معاملہ ٹھیک ہو جاتا ہے ورنہ نہیں۔ مگر انسان طبعی طور پر مال سے محبت رکھتا ہے اور اس کو خرچ کرنے سے گریز کرتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ آہستہ آہستہ انفرادی احسان کو بالکل

© rasailojaraid.com